فرحتِ روح کا شاعر: اصغر گونڈوی

ڈاکٹر محمد یحییٰ صبا
شعبۂ اردو کروڑی مل کالج
دہلی یونیورسٹی، دہلی

(کلیدی الفاظ: اصغر گونڈوی، بحیثیت، غزل گو، شاعر)

ملخّص

اصغر گونڈوی اردو کے ان چنندہ شاعروں میں سے ایک ہیں جنہوں نے حسن و عشق کی شاعری کو محض ہجر کی نالہ وزاری، جسم کی لطافتوں اور لذتوں کے بیان یا اس سوز و گداز سے جو عشقیہ شاعری کا لازمہ سمجھا جاتا ہے، دور رکھ کر اک نشاطیہ اور طربیہ لب و لہجہ دیا جو بالکل نیا تھا اور جو پڑھنے والے کو اداس یا غمگین کرنے کی بجائے ایک مسرت افزا کیفیت سے دوچار کرتا ہے اور وہ بھی اس طرح کہ اس میں لکھنوی شاعری کے اوچھے پن یا تہذیب سے گری ہوئی کسی بات کا شائبہ تک نہیں۔ اصغر کی شاعری اصلاً تصوف کی شاعری ہونے کے باوجود دوسرے صوفی شاعروں مثلاً درد، سراج اورنگ آبادی یا امیر مینائی کی شاعری سے بہت مختلف ہے اور وہ اس طرح کہ ان کی شاعری اس شخص کو بھی جسے تصوف یا صوفیانہ مضامین سے کوئی دلچسپی نہ ہو، سرشار اور محظوظ کرتی ہے، ان کا پیرایہ بیان دلکش، رنگین اور مسرت افزا ہے اور ان کی یہی خصوصیت ان کو دوسرے صوفی شعراء سے ممتاز کرتی ہے۔ اصغر نے بہت سے دوسرے شعراء کی طرح نال کٹتے ہی ''مطلع عرض ہے''

نہیں کہا بلکہ خاصی پختہ عمر میں شاعری شروع کی اور اس کو دوسروں تک پہنچانے یا مقبول بنانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ان کا چلتا پھرتا اشتہار بس جگر مرادآبادی تھے جوان سے اس قدر متاثر تھے کہ ان کی غزلیں جیب میں لیے پھرتے تھے اور ایک ایک کو سناتے تھے۔اصغر کبھی پیشہ ور یا پُر گو شاعر نہیں رہے اور تبھی شعر کہتے تھے جب شعر خود کو ان سے کہلوا لے۔یہی وجہ ہے کہ ان کا جو بھی کلام ہے وہ سارے کا سارا درجہ اوّل کا، رطب و یابس سے پاک اور نفاست سے لبریز ہے۔

....

یوں تو اصغر گونڈوی 1884ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے لیکن والد چونکہ گونڈہ میں ملازمت کرتے تھے اس لیے اصغر صاحب والد کے ساتھ گونڈہ ہی میں بہت دنوں رہے اور یہیں ادب و شاعری سے شغف ہوا، نتیجتاً اصغر سے اصغر گونڈوی بن گئے۔اپنے دور کے رائج زبانوں میں عربی، فارسی، اردو اور انگریزی کی اچھی صلاحیت کے مالک اصغر گونڈوی کو کتب بینی کا بے حد شوق تھا جس نے ان کے ذہنی VISON کو کافی بڑا کر دیا۔شاعری کی شروعات میں عام روایت کے مطابق واجد بلگرامی سے باضابطہ شاعری کے اسرار و رموز سیکھے اور بعد میں امیر اللہ تسلیم سے مشورہ سخن کرنے لگے۔شروع سے ہی طبیعت تصوف کی طرف مائل تھی۔اردو مرکز لاہور سے بذریعہ ملازمت وابستہ ہوئے۔رسالہ ہندوستان کی ادارت بھی سنبھالی 1936ء میں الہ آباد میں انتقال ہوا۔''نشاط روح'' اور ''سرود زندگی'' میں ان کی شاعری کا سرمایہ جمع ہے جو شائع ہو چکا ہے۔اردو شاعری میں اصغر گونڈوی کا اپنا رنگ متعین ہے۔وہ اپنے مخصوص لب و لہجے کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں۔فانی کی طرح اصغر کی شاعری میں بھی یاس و حرماں نصیبی کا رنگ دور سے جھلکتا ہے لیکن کلام بوجھل اور خشک نہیں ہے۔

آلام روز گار کو آساں بنا دیا
جو غم ہوا اسے غم جاناں بنا دیا

یا

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موج حوادث سے

اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہوجائے

اصغر کے کلام میں جہاں مضامین کی بلندی ہے وہیں وہ شاعری میں رعنائی بیان کا خاص خیال رکھتے ہیں حالانکہ ان کے کلام پر یاس کی بدلی چھائی ہوئی ہے لیکن اس کی وجہ صرف اور صرف ان کا فلسفیانہ مزاج ہے جس کی وجہ سے وہ دنیا کی رنگینی سے کسی حد تک دامن بچا بچا کر چلتے نظر آتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر اعجاز حسین:

''اسلوب بیان کے لحاظ سے اصغر سبھو ں سے الگ ہیں اور اس میں شک نہیں کہ جہاں تک زبان کا تعلق ہے اتنا غیر تقلیدی اور نرالے انداز تغزل کا نمونہ اردو میں کمیاب ہے''۔

یا پھر راجندر ناتھ شیدا جو اردو کی جدید تنقید میں ایک تسلیم شدہ حیثیت رکھتے ہیں'' اصغر کی شاعری'' کے زیر عنوان فرماتے ہیں۔

''اصغر کی نظر صحیح معنوں میں فنکار کی نظر تھی جو اپنے ماحول کی ہر شئے میں حسن کا معائنہ کرتی تھی انہیں شاید تصوف میں اس لیے بھی دلچسپی تھی کہ انہوں نے وحدۃ الوجود کا فلسفہ پیش کر کے ساری کائنات کو حسن تعلق کا بوقلموں گلدستہ قرار دیا اور گوناں گوں مظاہر کو ساوی تجلیات کے دلفریب رنگوں میں ڈبونے کی کوشش کی''۔

اصغر کو کائنات اور اس کی ہر حسین شئے سے عشق تھا وہ ہر جلوۂ حسن کو اپنے مضطرب سینے سے زیادہ قریب کھینچنے کی کوشش کرتے تھے۔ یہ چیزیں ان کے لیے غیر محدود لذت کا سرچشمہ تھیں۔ ان کا قلم حسن کی کیفیات بیان کر کے رنگینیوں اور مسرت کا ساغر چھلکا تا تھا۔ کیسی دلکش تشبیہ ہے ؎

اس عارض رنگیں پر عالم یہ نگاہوں کا
محسوس یہ ہوتا ہے پھولوں میں صبا آئی

یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں ایک دھڑکتا ہوا دل ضرور محسوس ہوتا ہے لیکن روتی ہوئی آنکھیں

کہیں نظرنہیں آتیں اسی لیے وہ خود بھی کہتے ہیں۔

شعر میں رنگینیٔ جوش تخیل چاہیئے
مجھ کو اصغر کم ہے عادت نالہ و فریاد کی

یا

فروش آرزو ہو نغمہ خاموش الفت بن
یہ کیا ایک شیوۂ فرسودۂ آہ و فغا ں برسوں

اصغرمز جمالیات سے بخوبی واقف تھے وہ نظارہ جمال کوایک داخلی تجربہ تصور کرتے تھے۔

جلوہ تیرا اب تک ہے نہاں چشم بشر سے
ہر ایک نے دیکھا ہے تمھیں اپنی نظر سے

ان کی نظر میں حسن وعشق ایک ہی شئے کے دومختلف پہلو ہیں وہ حسن کے نازاورعشق کے نیاز کے قائل نہیں بلکہ حسن وعشق کی باہمی کشش پر بہت زور دیتے ہیں اورعشق میں بھی حسن کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

محو ہے ذوق دید بھی جلوۂ حسن یار میں
ایک شعاع نور ہے اب یہ نظر نظر نہیں

☆

دید کیا نظارہ کیا اس کی تجلی گاہ میں
وہ بھی موج حسن تھی جس کو نظر سمجھا تھا میں

☆

کتنی پیاری شکل ان پر دوں میں ہے جلوہ فروز
عشق کوتر و لیدہ مو آشفتہ سر سمجھا تھا میں

☆

کار فرما ہے فقط حسن کا نیرنگ کمال
چاہے وہ شمع بنے چاہے وہ پروانہ بنے

☆

عشق تھا آپ مشتعل حسن تھا خودنمود پر
میری نظر سے کیا ہوا تیری نظر نے کیا کیا

''شاہدتصوف'' سے اصغر کی دلچسپی کی وجہ جس کی طرف راجندر ناتھ شیدا نے اپنے خاص فکری تجربات کے ساتھ غور کیا ہے ہمیں ان کی شاعری میں ہی نہیں ان کی عام زندگی میں بھی نظر آتی ہے وہ پختہ مذہبی عقائد کے حامی تھے اور قاضی شاہ عبدالغنی سے انہیں شرف بیعت حاصل تھا۔

اصغر گونڈوی کی شاعری میں جمالیات کا ایک مستقل نظریہ ملتا ہے اور ان کے پورے کلام میں جونشاط وسرمستی ہے وہ وجدانی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ان کی بڑی خصوصیت خیالات کی یکسانیت یک رنگی وہمواری ہے جواردو کے دوسرے غزل گوشعرا کے یہاں موجود نہیں۔

راجندر ناتھ ٹیڈ شیدا کے خیال میں:

''ہمہ گیر جمال کے داخلی تصور نے اصغر کی شاعری میں ایک قسم کی انا پیدا کر دی تھی جس نے ان کی شاعری کو روایتی عشق کی دو بدعتوں سے محفوظ رکھا۔ایک تو یہ کہ وہ کبھی محبوب کے در پر ''سر زیر بارِ منت درباں کئے ہوئے'' پڑے نظر نہیں آتے عظمت عشق کا احساس قدم قدم پر ان کی شاعری کے دھندلکوں سے جھانکتا نظر آتا ہے۔

وہ عشق کی عظمت سے شاید نہیں واقف ہیں
سو حسن کروں پیدا اک ایک تمنا سے
اسرار کی بارش ہو انوار کی ریزش ہو
ساغر کو جو ٹکرادوں اس گنبد مینا سے

یا پھر ان کا وہ مشہور شعر۔

نیاز عشق کو سمجھا کیا اے واعظ ناداں
ہزاروں بن گئے کعبے جبیں میں نے جہاں رکھدی

دوسرے ان کے یہاں رشک رقیب کی خلش اور ناکامئی محبت کی نوحہ خوانی ناپید ہے۔اصغر کے عشق کی نوعیت پر غور کرنے سے ان کے جذبات کا تجزیہ کرنا بہت آسان ہوجاتا ہے ان کی دلکشی کے مراکز غیر محدود ہیں جس میں کسی دوسرے کی شرکت ان کے اپنے جذبات پر کوئی اثر نہیں ڈال سکی ایسی صورت میں احساس رقابت اور رشک وحسد کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔اس کے علاوہ وہ عشق کو تقاضائے فطرت اور عین حیات تصور کرتے ہیں جس سے فرار ممکن نہیں۔اصغر کے عشق کے سامنے مشکل سے حاصل ہونے والے مقاصد نہیں ہیں بلکہ وہ عشق کے ہر تجربے سے لطف اندوز ہونے کو ہی عشق کا مقصد خیال کرتے ہیں۔

حسن کو وسعتیں جودیں عشق کو حوصلہ دیا
جو نہ ملے نہ مٹ سکے وہ مجھے مدعا دیا

☆

کچھ اور عشق کا حاصل نہ عشق کا مقصود
جزایں کہ لطف خلش ہائے نالۂ بے سود

لیکن اسی عنوان پر ڈاکٹر اعجاز حسین کا خیال ہے کہ

''اصغر کی غزلوں میں عاشق ومعشوق کے باہم اختلاف اور ٹھیٹ انسانی جذبات تو بہت کم ملتے ہیں لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ موجودہ غزل گوئی میں اس چیز کا قریب قریب فقدان ہے''

اصغر کی شاعری کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے پیش پاافتادہ مضامین سے علی العلوم گریز کیا ہے اور اپنے خاص طرز بیان سے کلام میں لوچ اور ندرت پیدا کی ہے۔چنانچہ ڈاکٹر اعجاز حسین خاص طور پر ان کے کلام کی اس خوبی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اصغر تشبیہ و استعارے میں خاص کاوش کرتے ہیں۔ عامیانہ وفرسودہ چیزوں سے گریز کرکے نہایت غور وخوض کے بعد ایسی لطیف و نادر چیزیں پیدا کرتے ہیں کہ بعض لحاظ سے ایسا ذخیرہ ادب میں ایک اضافہ سمجھا جاسکتا ہے''

راجندر ناتھ شیدا نے بھی ان کی اس خصوصیت کا خاص طور پر تذکرہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

''ان خصائص سے اردو شاعری میں اصغر کی جو انفرادیت قائم ہوتی ہے اس کے علاوہ بھی ان کے یہاں ایک ایسی صفت موجود ہے جس کے بغیر کوئی شاعری صحیح معنوں میں بلند مرتبہ حاصل نہیں کرسکتی۔ اور وہ صفت ہے جدت اور مشرقی شاعری میں وحدۃ الوجود حالانکہ یہ ایک پامال مضمون ہے لیکن اصغر کے یہاں وہ کس کس پیرائے میں جلوہ گر ہوتا ہے''۔

ہے ایک ہی جلوہ جو ادھر بھی ہے اُدھر بھی
آئینہ بھی حیرا ن ہے اور آئینہ گر بھی

☆

بس اتنے پر ہوا ہنگامہ دارورسن بر پا
کہ لئے آئینہ کیوں آغوش میں مہر درخشاں کو

☆

جو نقش ہے ہستی کا فانی نظر آتا ہے
پر دہ پہ مصور ہی تنہا نظر آتا ہے
لو شمع حقیقت کی اپنی ہی جگہ پر ہے
فانوس کی گردش سے کیا کیا نظر آتا ہے

☆

سوبار ترا دامن ہاتھوں میں مرے آیا
جب آنکھ کھلی دیکھا اپنا ہی گریباں تھا

☆

اس طرح چند لطیف کنائے بھی قابل داد ہیں ۔

جو مجھ پہ گذری ہے شب بھر وہ دیکھ لے ہمدم
چمک رہا ہے مژہ پر ستارۂ سحری

☆

جان بلبل کا خزاں میں نہیں پرساں کوئی
اب چمن میں نہ رہا شعلۂ عریاں کوئی

اصغر کے کلام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جوانہیں میں دوسرے غزل گوشعرا سے الگ کرتی ہے۔ بقول اعجاز حسین ان کے وہ اشعار خاص طور پر دلکش ہوتے ہیں جن میں غیر رخا اشیایا کیفیات مجردہ کوروح فرض کرلیا جاتا ہے۔

بہر حال اصغر کے دونوں شائع شدہ مجموعہ ''نشاط روح'' اور ''سرود زندگی'' بہت مختصر ہونے کے باوجود بلندترین شاعری کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہیں۔

☆☆☆